

لطیفہ ۴۶

حسن اخلاق، غصہ، شفقت اور معاملات سے متعلق وعظ و نصیحت

قال الله تعالى، وَذَكَرْ فَإِنَّ الذُّكْرَى تَنْفَعُ (ترجمہ) اور آپ سمجھاتے رہیں اس لیے کہ سمجھانا یقیناً
الْمُؤْمِنِينَ۔^ط
ایمان والوں کے لیے مفید ہے۔

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک حدیث روایت کی گئی ہے، اذامررتم برياض الجنة فارتعوها، قيل
وما برياض الجنة فارتعوها قال مجالس الذكر یعنی جب تم جنت کے باغوں کی طرف گزر کرو تو چرنے کے لیے قیام
کرو۔ عرض کیا گیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں، فرمایا ذکر کی مجلسیں۔

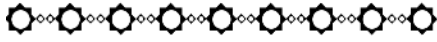
حضرت قدوة الکبراً فرماتے تھے کہ واعظوں کی باتیں سننا اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحتوں کا علم حاصل کرنا خوشگوار
نعمت ہے۔ یہ نعمت کسی کسی کو حاصل ہوتی ہے، ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔^ط (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے
دیتا ہے)۔ عالم کے رتبے سے سننے والے کا رتبہ کم تر ہے۔ الناس عالم و متعلم و سائر الناس کاملح یعنی لوگوں میں
بہترین لوگ عالم دین اور متعلم ہیں، ان کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ موٹے جانور کی مانند ہے۔

فرماتے تھے کہ واعظ جب کچھ بیان کرتا ہے تو اس کی توجہ اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے اور اس کی نفس میں کوئی آرزو نہیں
ہوتی۔ وعظ بیان کرتے وقت وہ اپنی ذات کو تمام چیزوں سے خالی کر لیتا ہے۔ اپنی زبان کو جاہل کی زبان سمجھتا ہے۔
معارف اور عوارف کا پاک چشمہ جو اس کی زبان سے جاری ہوتا ہے اس کے بارے میں یقین کرتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے
جاری کیا ہے۔ وعظ کہنے کے لیے ایک خاص کیفیت درکار ہے۔ واعظ میں جب تک وہ کیفیت پیدا نہ ہو، وہ وعظ نہیں کہتا
کیونکہ اس خاص کیفیت کے بغیر نہ وعظ میں ذوق پیدا ہوگا نہ سننے والوں میں شوق بالیدہ ہوگا۔

حضرت خواجہ عطار قدس سرہ کا قول ہے کہ وعظ کی ایک مجلس لہو و لعب کی ستر مجلسوں کا کفارہ ہے، اُس زمانے میں امید
بڑھانے والی باتوں کے بجائے خوف آمیز باتیں کہنا زیادہ بہتر ہے۔

ط۔ پارہ ۲۷-سورہ الذاریت، آیت ۵۵۔

ط۔ پارہ ۶-سورہ المائدہ، آیت ۵۴۔



حضرت علیؓ کا بھی قول ہے کہ لوگوں سے ناامیدی کی باتیں کہنے میں حد سے زیادہ نہ بڑھیں اسی طرح امید کی باتیں بھی اس زور و شور سے بیان نہ کی جائیں کہ لوگوں کے دل میں خدا کا خوف نہ رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۗ (اپنے رب کے راستے کی طرف بلائے حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ)۔ اللہ کے راستے کی طرف بلانا (یہ ہے) کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی پر آمادہ کیا جائے اور اس کی نافرمانی سے روکا جائے۔ حکمت کے ساتھ دعوت دینے کا نفع یہ ہے کہ لوگوں میں ضد اور مخالفت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اب تم جو یہ دیکھتے ہو کہ لوگوں میں اچھی نصیحت کا اثر ہوتا ہے تو اس کا تعلق علم و صواب سے ہے (نیکی کا علم حاصل ہوتا ہے) لیکن رقت، نرمی اور درد پیدا نہیں ہوتے نہ کوئی خاص تبدیلی اور احتیاط حاصل ہوتی ہے۔ (جب قلب اچھی نصیحت قبول کر لیتا ہے تو زندگی بدل جاتی ہے)۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف بلانا نبوت کی نیابت ہے۔ اکابر صوفیہ جو وعظ کہتے ہیں۔ وہ پہلے سے ترتیب کردہ مضامین کے مطابق تقریر نہیں کرتے بلکہ بے اختیار جو خیال دل میں آتا ہے بے ساختہ کہہ دیتے ہیں۔ نقل ہے کہ شیخ عثمان خیر آبادیؒ ۱۔ ایک مدت تک مخلوق سے دور رہے اور بیابانوں میں رہے۔ ایک مدت کے بعد انہیں الہام ہوا کہ آبادی میں جا کر رہو اور لوگوں کو ہدایت کرو لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے ہزار مصیبتیں برداشت کرو، چنانچہ شیخ عثمانؒ فرمان الہی کے بموجب بستی میں آگئے۔ جب شہر میں داخل ہوئے تو اس قدر بلائیں درپیش ہوئیں کہ ان کا بیان کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ کوئی تھپڑ لگا تا تھا، کوئی اینٹ مارتا تھا۔ شیخ ہر مصیبت کو شمار کرتے رہے۔ جب ہزار بلائیں پوری ہو گئیں تو منبر پر جا بیٹھے اور وعظ و نصیحت کہنا شروع کر دیا۔ جب وعظ ختم کر کے منبر سے اترے تو عرض کیا۔ اے اللہ! تیرے علم میں ہے کہ نہ میں علم رکھتا ہوں اور نہ کچھ فضل و کمال ہی مجھ میں ہے غیب سے ندا آئی کہ منبر پر بیٹھنا تمہارا کام ہے اور بیان کرنا میرا کام ہے بلکہ تم اپنی زبان کو موسیٰؑ کے شجر کی زبان سمجھو۔ ایات:

اے برادر گزر آئی در سخن

کن تہی خود رازبارِ ما و من

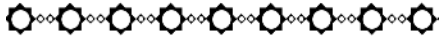
ترجمہ: اے بھائی اگر تو (نصیحت کی) باتیں کہنا چاہتا ہے تو خود کو غور کے بوجھ سے ہلکا کر لے۔

گر شوی خالی ز خود اندر کلام

آید از راہِ زبانت صد پیام

۱۔ پارہ ۱۴۔ سورہ النحل، آیت ۱۲۵۔ (مطبوعہ نسخے میں الحسنۃ کے بعد یہ عربی عبارت، الدعاء الی سبیل اللہ بھی نقل کی گئی ہے لیکن یہ عبارت قرآن شریف میں نہیں ہے۔ مترجم نے متن میں اسے نقل نہیں کیا بلکہ اردو ترجمہ تحریر کیا ہے۔)

۲۔ شیخ عثمان کے حالات کسی تذکرے میں نہیں ملتے اس لیے آپ کے زمانے کا تعین دشوار ہے۔ فوائد الفوائد مصنفہ حسن علی سبزوئیؒ میں آپ کو خیر آبادی کے بجائے حرب آبادی کہا گیا ہے۔ یہ واقعہ جو آپ کے تعلق سے اس لطیفے میں بیان ہوا ہے۔ فوائد الفوائد کی جلد دوم۔ مجلس ۳۴ میں بیان کیا گیا ہے۔



ترجمہ: کلام کے وقت اگر تو اپنی ذات کے احساس سے خالی ہو جائے تو تیری زبان کے راستے سے سو طرح کے پیام باہر آئیں۔

اندریں حالت اگر ریزی گھر
گوش بہر دل کند آں رامقر

ترجمہ: اس کیفیت میں اگر تو نصیحتوں کے موتی برسائے گا تو کان اُن موتیوں کو دل تک پہنچانے کے لیے جگہ دیں گے۔

گر نباشی زیں صفت از خود تہی
گر نہ گوئی تو سخن باشد بہی

ترجمہ: جب تک تو اپنے نفس سے بری نہیں ہوتا اس خوبی سے بہرہ مند نہیں ہو سکتا، اس صورت میں تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ تو کلام نہ کرے۔

واعظے کو ایں چنیں گویندہ شد
کوس معنی بر سخن کو بندہ شد

ترجمہ: وہ واعظ جو اس صفت کے ساتھ کلام کرتا ہے وہ معنی کے نقارے کو کلام پر کوٹنے والا ہوتا ہے۔

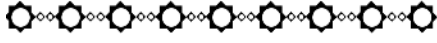
ورنہ ہم چو گوش خالی از دماغ
کم و را بے ہودہ در بازی ولاغ

ترجمہ: ورنہ اس کان کی مانند ہے جو سننے سے عاری ہوتا ہے۔ اس کی باتوں سے عالم کو کم نفع ہوتا ہے کیونکہ وہ باتیں سراسر بے ہودہ، کھیل اور ٹھٹھول کی ہوتی ہیں۔

مجربئی او در زبان اشرف است
داند آں کس کو سخن را عارف ست

ترجمہ: وہ باتیں جو اشرف کی زبان سے جاری ہوئیں صرف وہی شخص جانتا ہے جو عارف ہے۔

حضرت نورؑ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آدمی کب بات کہنے کے لائق ہوتا ہے؟ اور کب وعظ سننے کے قابل ہوتا ہے؟ فرمایا، اُس وقت جب اللہ تعالیٰ کے اسرار سمجھ سکے اور اللہ تعالیٰ کے اسرار سمجھنا مشکلات سے خالی نہیں ہے بلکہ ہزاروں مشکلات واقع ہوتی ہیں اور کلام جملوں کی گردان میں صرف ہوتا ہے واعظ کے لیے ضروری کہ وہ سننے والوں کی لیاقت کے مطابق وعظ کہے۔ ہر شخص کو یہ ادراک حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کی علتوں اور



اس کے کلام کے آثار کی رمزوں کو سمجھ سکے۔ قطعہ:

ہر کسے را نیست ادراکِ سخن
تا بفہم غامضِ اسرارِ دل
اہلِ دل باید کہ گیرد ذوقِ او
کاو گوہر کے بر بند زیرِ گل

ترجمہ: ہر شخص کو بات کی سمجھ نہیں ہوتی کہ وہ دل کے اسرار کی حقیقت کو سمجھ سکے۔ صاحبِ دل ہی ذوق حاصل کرتا ہے۔ مٹی کھودنے والے کو لعل و گوہر نصیب نہیں ہوتے۔

وعظ نصیحت کی باتیں سننے کے لیے بھی لیاقت درکار ہے نہ وہ علم جو تم رکھتے ہو بلکہ وہ علم جو وَعَلَّمْنَهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا ط (اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی سکھایا۔) کی لوح سے پیدا ہوتا ہے اور وہ فہم جو لا الہ الا اللہ کے معارف سے فیض پہنچاتی ہے۔ قطعہ:

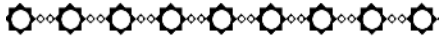
جملہ تاریک است این محنتِ سرے
علمِ دروے چوں جواہرِ رہنمائی
رہبرے جانتِ دریں تاریکِ جاے
علم و فہم، فہم و علم جاں فزائی

ترجمہ: یہ محنتِ سرے (دنیا) تمام کی تمام تاریک ہے۔ اس تاریکی میں علم رہنما جو ہر کی مانند ہے۔ اس تاریک جگہ میں تیری روح کے رہبر ہیں تیرا علم اور تیری فہم (لیکن ایسے) فہم و علم جو جانفزا ہوتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے جامع مسجد بغداد میں خلیفہ اور وہاں کے اہل معرفت و مکرمت کے بے حد اصرار پر وعظ فرمایا۔ اُس مجمع میں تقریباً پانچ ہزار اربابِ فضل اور سرکاری امیر و سردار موجود تھے۔ قاری صاحب نے سورۃ یوسف تلاوت کی تو حضرت پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی۔ اسی کیفیت میں آپ نے تقریر شروع کی اور اُس وعظ میں معرفت و عرفان کے اس قدر نکات بیان فرمائے کہ سارے مجمع پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور لوگ گریہ و زاری کرنے لگے۔ خاص طور پر آپ نے آیت پاک، لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهِ ط (اگر اپنے رب کی پختہ دلیل نہ دیکھ لیتے۔) کی تفسیر میں ایسی ایسی عاشقانہ باتیں بیان کیں کہ سارے مجمع پر اُن کا اثر ہوا یہاں تک کہ اکثر لوگ اپنے گھروں کی طرف دوڑے یا جنگل کی جانب نکل

ط پارہ ۱۵۔ سورہ الکہف، آیت ۶۵۔ مطبوعہ نئے (ص ۲۵۴) میں سہو کتابت کے باعث انیساہ نقل کیا گیا ہے لیکن قرآن حکیم میں مندرجہ بالا آیت میں علمناہ آیا ہے۔

ط پارہ ۱۲۔ سورہ یوسف، آیت ۲۴



گئے۔

ایک بزرگ نے جنہیں لوگ شیخ قطب متقی کہتے تھے، فرمایا کہ میری عمر سو سال کے لگ بھگ ہے، بہت سے واعظین مختلف ملکوں اور اطراف کے یہاں آئے اور وعظ کی مجلس میں تقریریں کیں لیکن کسی نے ایسی خوبی و لطافت سے لبریز تقریر نہیں کی جیسی حضرت نے کی۔

خلیفہ بغداد بھی ایک ہزار اشرفی اور ایک گھوڑا جس کی زین اور لگام سونے کی تھیں لے کر حاضر ہوا لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ دوسرے دن خلیفہ پھر حاضر خدمت ہوا اور بے حد اصرار کیا تو آپ نے قبول کیا۔ ایات:

چناں دُر ریخت از دریائے اسرار

کہ گوشِ جاں پُر از دُرّ و گہر شد

ترجمہ: (آپ نے) دریائے اسرار کے اس قدر موتی بکھیرے کہ روح کے کان موتیوں اور گوہروں سے بھر گئے۔

چہ خوش می ریخت سے از ساقی فیض

کہ ہر کس جرعه زد زد بے خبر شد

ترجمہ: (آپ نے) ساقی فیض کے سب سے ایسی اچھی شراب نثار کی کہ جس شخص نے ایک گھونٹ پی مست ہو گیا۔

زبادِ فیض آبِ معرفت ریخت

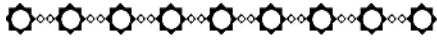
نہالِ عیشِ راشیریں ثمر شد

ترجمہ: فیض کی پڑوا ہوا سے معرفت کی بارش ہوئی۔ عیش کے درخت میں شیریں پھل لگے۔

جس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبریٰ مدینہ طیبہ میں روضہ منورہ پر حاضر تھے، حضرت شیخ احمد یسویٰ کے سلسلہ یسویہ میں داخل ترکوں کی ایک جماعت بھی وہاں حاضر تھی۔ انہوں نے آپ کی تعریف کی اور ان کے مشائخ نے آپ سے وعظ کہنے کے لیے اصرار کیا اور عاجزی کا اظہار کیا اور کامیاب ہوئے۔ اُس زمانے میں حضرت ترکی زبان جانتے تھے لیکن زیادہ مہارت نہ تھی۔ چونکہ یہ مجلس ترکوں نے منعقد کی تھی یہ بھی لازم ہوا کہ ترکی زبان میں تقریر کی جائے حضرت نے اسی کے مطابق ترکی زبان میں تقریر کی اور ایسے فصیح لہجے میں حقائق و معارف بیان فرمائے کہ اہل زبان کو رشک ہونے لگا۔ جتنے مشائخ اس مجلس وعظ میں موجود تھے سب کو ذوقِ باطنی حاصل ہوا اور ہر شخص ترکی میں کہتا ہوا آیا۔^۱

تقریباً سو ترک حضرت کے ہمراہ روانہ ہوئے اور خدمت و ملازمت پر کمر بستہ ہوئے۔ یہ لوگ ایسی محنت سے خدمت بجالاتے جیسی برگزیدہ خلفا اور نہایت عاقل حضرات کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے تھوڑی سی مدت میں اپنی اپنی ہمت کے

۱ (اس کے بعد یہ عبارت ہے ”پی حیف فیلندی بوسید و انداق محلی اتیت مگر ہچکس کور مادی را“ یہ عبارت مترجم کے لیے ناقابل فہم ہے اس لیے اس کا ترجمہ شامل متن نہیں ہے۔)



مطابق مقصد حاصل کر لیا اور چہرہ مقصود اُن پر ظاہر ہو گیا۔ قطعہ:

ہر کہ او در بزمِ رنداں زد قدم
در خورِ ہمت دہندش جامِ مے
ایں یکے از بادۂ خُم دم نزد
واں یکے از ہم شدہ ز آوازِ نے

ترجمہ: جس شخص نے رندوں کی محفل میں قدم رکھا اسے اس کے حوصلے کے مطابق جامِ شراب دیا گیا ایک شخص گھڑے کی شراب پی کر بے خود ہو گیا دوسرا شخص بانسری کا ہم نوا ہو گیا۔

ایک روز ایسا ہوا کہ حرم شریف کے شیوخ اصرار کرنے لگے کہ حضرت شیخ حرم حضرت نجم الدین اصفہانی کی موجودگی میں وعظ کہیں۔ آپ مجبور ہو گئے کیونکہ شیخ حرم کے حکم کو بجالانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ مجلس ترتیب دی گئی۔ آپ نے عربی زبان میں تقریر کی۔ اہل مجلس کو اس قدر ذوق و شوق حاصل ہوا کہ اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حتیٰ کہ بعض عرب جو صحرا اور بستی سے آئے تھے، شریکِ مجلس ہوئے۔ اُن پر اس قدر وجد و حال طاری ہوا کہ لوگ تعجب کرتے تھے کہ یہ نہایت عجیب واقعہ ہے کہ صحرا میں رہنے والے تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے، ابیات:

زورِ بازوئے کہ سخت انداز شد
ہر کرازد تیر پڑاں در گزشت

ترجمہ: جس کا تیر انداز نے اپنے زورِ بازو سے جس کسی کو تیز رفتار تیر مارا وہ (دل کے) پار ہو گیا۔

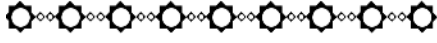
بود پیکالِ زا ہن پولاد رنگ
از مجن و ہفت جوشن برگزشت

ترجمہ: وہ تیر چونکہ فولاد کی مانند لوہے سے بنایا گیا تھا اس لیے ڈھال اور سات زرہوں کو چھیدتا ہوا نکل گیا۔

سرگزشت از پائے دل خیزداگر
ہم چو سیل آمد رواں وز سرگزشت

ترجمہ: حال اگر دل کی گہرائی سے اٹھے تو سیلاب کی مانند رواں ہو اور سر سے گزر جائے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ حسنِ خلق اس بلند پایہ گروہ یعنی صوفیہ کی خاصِ خصلت ہے جو انہیں ہی زیب دیتی ہے کہ یہ حق کے زیور اور کلام کے لباس سے روشن ہوتے ہیں۔ تمام اقوال و افعال میں صوفی کی نظر چوں کہ حق تعالیٰ پر ہوتی ہے اس لیے لازم آتا ہے کہ وہ تمام مخلوق سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے۔ اگر شریعت کے مطابق کسی محل پر سختی درکار ہے تو سختی کرے، لیکن باطن کے مطابق اسی وقت اللہ سے مغفرت طلب کرے۔



حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اخلاق مرتبہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آیتہ کریمہ اِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ط (بے شک ضرور آپ بہت بڑی شان والے خلق پر ہیں) نازل ہوئی۔ حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ غصہ بدترین خصلت و علامت ہے جس سے وصول کی نعمت میں زوال ہونے لگتا ہے اور حصول میں کمی واقع ہوتی ہے۔ گروہ صوفیہ کو ہر حال میں اس عادت سے گریز کرنا چاہیے۔ اللہ کی پناہ! اگر کسی طالب سے یہ فعل کسی بھی نوعیت سے سرزد ہو جائے تو اسے فوراً استغفار کرنا چاہیے۔ (یہ حقیقت ہے کہ) کوئی شے اس قدر خانہ دل کو خالی اور بے نور نہیں کرتی جس قدر غصہ کرتا ہے۔ قطعہ:

مکن خشم اے یار، درکارِ دیں
کہ اومی کند ظرف باطن تہی
اگر بایدت، باطن انور بود
مکن خشم، اے سرو باغِ بہی

ترجمہ: اے دوست! دین کے کام میں غصہ نہ کر کیوں کہ غصہ کرنے سے باطن کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا باطن روشن ہو جائے تو اے گلستانِ خیر خواہی کے سرو! غصے سے پرہیز کر۔

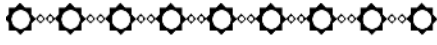
حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ مخلوق میں، انسانوں کے تعلق سے پسندیدہ اور بہترین صفت، شفقت کرنا ہے جسے یہ نعمت کلی طور پر حاصل ہو جائے اسے ثمرہ حقیقی بھی بخشا جاتا ہے۔ (حقیقی ثمرہ یہی ہے کہ) اُس شخص کی ذات میں شفقت و مہربانی کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ ذالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ط (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے) یہ بات بھی اچھی طرح سے جان لینا چاہیے کہ جب کسی شخص پر شفقت و مہربانی کی جائے تو اپنی خودی کو درمیان سے اٹھالیا جائے تاکہ شفقت کرنے والا اس صفت سے منسوب کیا جائے کہ یہ نسبت سعادت و عنایت کا بلند ترین مقام ہے۔ مثنوی:

ہر کار کہ پیش گیری اے یار
خود را زمین کار بردار
بردار راہ کار یارا
تایابی زباغ کام بر راق

ترجمہ: اے دوست تو جو کام بھی انجام دے تو اپنی خودی کو درمیان سے اٹھالے۔ (یہی نہیں بلکہ) اے دوست کام کے

ط پارہ ۲۹۔ سورہ القلم، آیت ۳۔ ط پارہ ۶۔ سورہ المائدہ، آیت ۵۴۔

ط مطبوعہ نئے (ص ۲۵۶) میں چوتھا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے ”تایابی زباغ کام بردار“ یہ مصرع مثنوی کے معروف قاعدے کے خلاف ہے۔ مثنوی کا ہر شعر ہم قافیہ ہوتا ہے یہاں ایسا نہیں ہے۔ اس لیے قیاسی تصحیح کر کے تیسرے اور چوتھے مصرعوں کو ہم قافیہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔



راستے سے اٹھ جاتا کہ تجھے مقصد کے باغ سے ثمرہ حقیقی حاصل ہو جائے۔

حضرت قدوة الکبریٰ فرماتے تھے کہ شریعت کے معاملات اور طریقت کے کام چوں کہ شریعت کے اصول پر مبنی ہیں اس لیے انہیں ظاہر شرع کے مطابق انجام دیا جائے لیکن حقیقت میں ان سے خبردار رہنا چاہیے۔ مثلاً اگر کسی شخص کے بارے میں شریعت کے مطابق فتویٰ طلب کریں کہ اسے قتل کر دینا چاہیے تو اگر وہ خود یہ منصب رکھتا ہے تو راضی ہو جائے اور اگر وہ فتویٰ دینے کا منصب نہیں رکھتا تو اُس شخص کے قتل پر اصرار نہیں کرنا چاہیے اور (اپنے اصرار نہ کرنے کو) ظاہر شرع کے مطابق جانے۔ دونوں صورتوں میں نیت اللہ تعالیٰ پر رکھنی چاہیے۔ قطعہ:

اے برادرِ پائے در راہِ یقین
نہ، زروئے صدق و از معنی برو
باہمہ کس نسبتِ ظاہر بہ ہیں
باطن از ظاہر بہ معنی درگرو

ترجمہ: اے بھائی! یقین کے راستے میں سچائی کے ساتھ قدم رکھ اور قصد کی ہوئی جگہ سے گزر جا۔ سب لوگوں کو ظاہر کے تعلق سے دیکھ۔ ظاہر سے باطن کو معنی کے ساتھ رہن رکھ دے۔

حضرت قدوة الکبریٰ فرماتے تھے کہ رندوں کا مشرب اور عارفوں کا مذہب یہ ہے کہ ہر مرتبے کو اُس کے تقاضوں کے مطابق طے کرے اور اُس مرتبے کی مشکلات میں سے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرے۔ ابیات:

ہر کہ او در بزمِ رنداں بر نشست
بایدش بر حسبِ رندی کرد کار
ترجمہ: جو شخص کہ رندوں کی محفل میں آ کر بیٹھ گیا، اُس پر لازم ہے کہ رندی کے دستور کے مطابق کام کرے۔

اقتضائے بزمِ باید کردش
ورنہ از رندیش باید بست بار
ترجمہ: اسے اُس بزم کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے ورنہ وہ رندی کے مقام سے بستر بوری یا سمیٹ لے۔

رندِ کامل در جہاں آں کس بود
کز مرادِ بزمِ رنداں بردبار
ترجمہ: دنیا میں کامل رند وہ شخص ہوتا ہے جو رندوں کی بزم کے منشا کے مطابق بارِ حیات اٹھاتا ہے۔